ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

بانی:- شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری

۳۱ / ۱۰

عمرؓ دعائے پیغمبر عمرؓ مرادِ رسولؐ

عمرؓ جری و عمرؓ جراُت و عمرؓ جانباز
عمرؓ قوی و عمرؓ قوت و عمرؓ ممتاز

عمرؓ حدیثِ شجاعت حکایت شمشیر
عمرؓ فسانہ غزوات، قصۂ توقیر

عمرؓ وقارِ قیادت، عمرؓ شکوہ جہاد
عمرؓ مجاہد بے باک و بندۂ آزاد

عمرؓ رفیع و عظیم و عمرؓ عروج و فراز
عمرؓ بلند عزائم عمرؓ فلک پرواز

عمرؓ میان سے نکلی ہوئی ننگی تلوار
عمرؓ کی ذاتِ سراپا اشداء علی الکفار

عمرؓ کا نام شکوہ و جلال کا مظہر
عمرؓ کی شان سزاوار عظمت منبر

عمرؓ کے نام سے طاغوت لرزہ براندام
عمرؓ کی سطوت و ہیبت سے سرنگوں اصنام

عمرؓ بشارت شوکت عمرؓ نوید ظفر
عمرؓ کے پاؤں تلے تختِ کسریٰ و قیصر

عمرؓ قبول و عمرؓ قابل، عمرؓ مقبول
عمرؓ دعائے پیغمبر، عمرؓ مرادِ رسولؐ

عمرؓ ضیائے حقیقت عمرؓ رسولؐ صفات
عمرؓ اذانِ محبت، عمرؓ نشانِ حیات

عمرؓ سیادتِ اعلیٰ امامتِ کبریٰ
عمرؓ صداقتِ اولیٰ شہادتِ عظمیٰ

عمرؓ خاصۂ خاصانِ مومنینِ کرام
عمرؓ خلیفہ برحق عمرؓ امیر و امام

عمرؓ مشیرِ پیمبرؐ، عمرؓ سفیرِ نبیؐ
عمرؓ رفیقِ غنیؓ ہے عمرؓ شفیقِ علیؓ

عمرؓ کے نام پر لاکھوں شہادتیں قربان
عمرؓ کی خلافت پر صدہا ولائتیں قربان

(بشکریہ الصحابی)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّ یُمْسِیْ کَافِرًا اَوْ یُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّ یُصْبِحُ کَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَہٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ جلدی جلدی نیک کام کر لو ان فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے۔ صبح کو آدمی ایماندار ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو ایماندار ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا اور اپنے دین کو بیچ ڈالے گا دنیا کے مال کے بدلے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّہٗ لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِیْ بَیْتِہٖ وَ قَالَ اَنَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ یَا اَبَا عَمْرٍو مَا شَانُ ثَابِتٍ اشْتَکٰی فَقَالَ سَعْدٌ اِنَّہٗ لَجَارِیْ وَ مَا عَلِمْتُ لَہٗ بِشَکْوٰی قَالَ فَاَتَاہُ سَعْدٌ فَذَکَرَ لَہٗ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ اُنْزِلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّیْ مِنْ اَرْفَعِکُمْ صَوْتًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَنَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَذَکَرَ ذٰلِکَ سَعْدٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَلْ ھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ ت ۱۱۵

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری — یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (اخیر تک) تو ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے لگے میں جہنمی ہوں (کیونکہ ان کی آواز بہت بلند تھی اور وہ خطیب تھے انصار کے۔ اس لئے وہ ڈر گئے) اور نہ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ آپ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابا عمرو! ثابت رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟ کچھ بیمار ہو گیا ہے؟ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا وہ میرا ہمسایہ ہے میں نہیں جانتا کہ وہ بیمار ہے۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے یہ بیان کیا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت اتری اور تم جانتے ہو کہ تم سب میں میری آواز اونچی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر، تو میں جہنمی ہوں۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیان کیا آپ نے فرمایا، نہیں، وہ جنتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳۱
شمارہ ۱۰

— بیاد —
جانشینِ شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ
حضرت مولانا عبید اللہ انور
نوّر اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
مدظلہٗ

— مجلس ادارت —
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ——— ڈاک
سالانہ ۵۲۔ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶۔ شمارے -/۴۵ روپے

۱۴ محرم ۱۴۰۶ھ

قادیانیوں کے سربراہ کی بوکھلاہٹ

انٹرنیشنل ختم نبوت مشن کے رہنما مُبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے دیارِ فرنگ میں جاکر انتھک جدّوجہد اور محنت سے لندن کے ویمبلے ہال میں پہلی بین الاقوامی ختم نبوّت کانفرنس شایانِ شان طریقے سے منعقد کی جس کے مثبت اور حوصلہ افزا اثرات پوری دنیا میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوّت کی برکت سے ایک فائدہ یہ بھی ہُوا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ورنہ آج تک مولانا نیازی اور شاہ نورانی صاحبان انگلستان میں جب بھی جلوہ افروز ہُوئے فرقہ پرستی کا زہر وہاں بھی پھیلتا چلا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حبیب کبریا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ختم نبوت کا عقیدہ پوری ملّتِ اسلامیہ کے لیے نقطۂ اتحاد ہے اور اغیار نے ہمیشہ مسلمانوں کے ان دو عظیم الشان عقائد میں رخنہ ڈال کر اُن کے ایمان کی عمارت ڈھانے کی کوششیں جاری رکھی ہیں۔ شرک فی التوحید اور شرک فی النبوّت دونوں کینسر ہیں جس کے بھی ایمان کو لگ جائیں، جہنّم کے گڑھے میں ڈالے بغیر اُس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ برطانیہ اور یورپ کے دیگر ملکوں میں ایران اور لیبیا کے تعاون سے منعقد کی جانے والی نام نہاد حج کانفرنسیں اور حجاز کانفرنسیں چونکہ دوسرے اسلامی ملکوں کے خلاف پراپگنیڈہ اور مسلمانوں کے اختلافات و انتشار میں اضافہ کا موجب ہوتی ہیں۔ اس لیے یہودی ذرائع ابلاغ اُن کی قراردادوں اور مقرّروں کے بیانات کی پوری دُنیا میں اشاعت کرتے ہیں۔ مگر ۱۴ اگست ۱۹۸۵ء کو لندن میں منعقدہ بین الاقوامی ختم نبوت کانفرنس خالصتاً حضور ختمی مرتبت ؐ کی ختم نبوّت کے تحفظ اور قادیانی دجل و فریب کو بے نقاب کرنے کے لیے علماء حق نے منعقد کی تھی، اس لیے بی۔بی۔سی، گارڈین اور آبزرور جیسے

ناشر میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

داروں نے اس کانفرنس کو کما حقہ کوریج نہیں دی، تاہم لندن کے اردو اخبارات 'وطن' اور 'جنگ' میں چار کالمی اور چھ کالمی شائع شدہ تصویر عیاں کر رہی ہیں کہ لندن کا ویمبلے ہال اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود شمعِ ختمِ نبوت کے پروانوں کے لیے تنگ ثابت ہُوا۔ وہ ہال جس میں تین ہزار کے لگ بھگ صرف نشستیں ہیں اس کے درمیانی راستوں اور نشستوں کے پیچھے بھی سینکڑوں افراد کھڑے تھے، اُن کے بیٹھنے کے لیے جگہ باقی نہ رہی تھی۔ 'جنگ' لاہور نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر کا بیان صفحہ اوّل پر شائع کیا ہے کہ لندن میں منعقدہ ختمِ نبوت کانفرنس ناکام رہی ہے کیونکہ کانفرنس کے مقررین نے قادیانیوں کو گالیاں دیں اور ہال میں سینکڑوں نشستیں خالی پڑی تھیں۔ ہمارے خیال میں مرزا طاہر کی بوکھلاہٹ ختمِ نبوت کانفرنس لندن کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور مرزا طاہر کا بیان اسی طرح غلط ہے جیسے اُن کی نبوت جھوٹ کی پٹاری ہے۔ جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری جو اپنے متعدّد رفقاء کی معیّت میں لندن کی ختمِ نبوّت کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے تھے واپسی پر انہوں نے بتایا کہ کانفرنس توقع سے زیادہ کامیاب رہی اور یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا صدقہ تھا۔ انٹرنیشنل ختمِ نبوّت مشن کے جنرل سیکرٹری مولانا محمدؐ ضیاء القاسمی نے درست کہا ہے کہ دراصل ہم انگلستان کے مسلمانوں میں پاکستان کے مجاہدینِ ختمِ نبوّت کا ساجذبہ و عزم پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مرزا طاہر کا یہ کتنا غلط ہے کہ ہم وہاں مزاج کو نہیں سمجھتے، ہم سمجھتے تو ہیں مانتے نہیں ہیں اور اپنی منوا کے آئے ہیں کہ جیسے ہم نے پاکستان میں قادیانیوں کا غرور توڑا ہے ایسے ہی برطانیہ میں اُن کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ آج سے پہلے برطانیہ میں قادیانی جہاں چاہتے تھے اپنے جھوٹے مذہب کی اشاعت کا جلسہ کر لیتے تھے لیکن ختمِ نبوّت کانفرنس لندن کے بعد مختلف مقامات پر مسلمانوں نے قادیانیوں کے دو جلسے الٹ دیے اور تیسرا قادیانیوں کو خود منسوخ کرنا پڑا۔ قادیانی سربراہ کا یہ کتنا احتجاجِ نارواہے کہ ختمِ نبوّت کانفرنس میں انہیں گالیاں دی گئی ہیں اس لیے کہ قادیانیت کا اپنا وجود بجائے خود مجسّم گالی ہے۔ انگریزوں کا پٹھو ہونا، برطانیہ کا خود کاشتہ پودا، آدم زاد یعنی کرم خاکی، قادیان کا راسپوٹین جھوٹی نبوت کا مدّعی۔ ان القابات کے بغیر گھسیٹی کے بیٹے کا صحیح تعارف کیونکر ممکن ہے۔

بقیہ: سیدنا عمر فاروق رض

ان کے عدل و انصاف، ان کے اخلاق و کردار، ان کی اسلام دوستی، توحید پرستی، محبتِ رسولؐ اور ان کی فتوحات کو دیکھتے ہوئے ایک انگریز مؤرخ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ "اگر حضرت عمرؓ دو سال اور زندہ رہتے تو دنیا میں اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نظر نہ آتا۔"

یہ ہیں اس مرکزِ عدل و انصاف، منبعِ لطف و کرم، سرچشمہ رحم و شفقت اور پیکرِ عشقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن و کمالات۔ جن کے ایمان و اسلام کی خاطر شہنشاہِ دو جہاں نے بارگاہ رب العزت میں اپنی جھولی پھیلا دی اور پھر اپنے دامنِ رحمت میں لے کر فاروق کا خطاب عطا کیا۔ جن کی رائے کی تائید خود خدا تعالیٰ کرتا رہا اور جس نے فتوحاتِ اسلامیہ کی حقیقی بنیاد رکھ کر دنیا کے ظلمت کدوں میں دین و ایمان کی روشنی پھیلائی، حق و اسلام کے چراغ جلائے اور رشد و ہدایت کی قندیلیں روشن کیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خطبہ جمعہ

مرتب

عبدالرشید انصاری

حضورؐ کی ذاتِ اقدس کی طرح ان کی سنّت بھی آفاقی ہے

مرکزِ تجلّیاتِ الٰہی خانہ کعبہ

حضورؐ کے طفیل اُمّت کو نصیب ہوا

مدینہ منورہ میں ایک ساعتِ صالحہ دنیا و جہاں کی نیکیوں سے بہتر ہے

جانشینِ امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ٥

ترجمہ: اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر فرض ہے جو حج کرنے کی طاقت اور استطاعت رکھتے ہوں۔"

حضرات محترم! خانہ کعبہ کا حج کرنا اسلامی عبادات کا آخری اور تکمیلی رکن ہے۔ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ (علیہ السلام) اور امِ اسمٰعیل سیّدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہ کے ان پاکیزہ اعمال کی یاد تازہ کرنا اور ان کا اتباع ہے جو انہوں نے ربِّ کعبہ کی خوشنودی اور رضا کے لئے مکہ مکرمہ کی اس وادی غیر ذی ذرع میں انجام دئیے تھے فرضیت حج کے بارے میں سورہ آل عمران کی یہ آیت جب نازل ہوئی تو حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سرِ منبر ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا۔ اے لوگو! تم پہ حج فرض کر دیا پس حج کرو۔

ایک شخص نے جو غالباً نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور بارگاہِ نبوّت میں طریقِ سوال اور اندازِ گفتگو سے ابھی اچھی طرح واقف نہ تھے انہوں نے عرض کی أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللهِ! اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہر آدمی پہ ہر سال حج فرض ہو گیا ہے؟ حضور اکرمؐ خاموش رہے۔ آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حتّٰی کہ اس نے جب تیسری بار پوچھا تو حبیبِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ اگر میں کہہ دیتا "ہاں" تو پھر اس کی طاقت نہ رکھتے۔ پھر تم پر

ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کسی معاملہ میں جب تک میں خود تمہیں کوئی حکم نہ دوں خواہ مخواہ سوالات کر کے اپنی پابندی میں اضافہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ تم سے پہلی امتوں کے لوگ اسی لئے ہلاک ہوتے کہ وہ اپنے نبیوں سے سوالات بہت کرتے تھے اور پھر ان کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے لہٰذا جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔

حج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ الحَجَّ یغسل الذنوب کما یغسل الماء الدنس یعنی حج کرنے سے گناہ اسی طرح دُھل جاتے ہیں جیسے پانی میل کچیل کو صاف کر دیتا ہے۔

حضرات محترم! یہ کتنی عظیم الشان بات ہے کہ اللہ رب العزت نے ہماری ہدایت کے لئے جس نبی محتشم کو مبعوث فرمایا وہ اپنی دعوت کے اعتبار سے عالمگیر اہمیت کے حامل ہیں ان کا پیغام پوری کائنات کے لئے ہے۔ اسی لئے جیسے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان آفاقی ہے۔ ان کی نبوت کا فیضان جیسے قیامت تک کے لئے ہے

مدینہ کی ایک ساعت صالحہ ہزار مقبول نیکیوں سے افضل ہے

اسی طرح جن اعمال و احکام کی نسبت ان کی طرف ہوگی وہ بھی عالمگیر اور آفاقی ہوں گے جیسے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ گرامی عالی مرتبت ہے اور آپ کا مقام بے مثل ہے ایسے ہی جن جن چیزوں کا تعلق آپ سے ہوگا ان کی شان اور بلندی بلند سے بلند تر ہوتی چلی جائے گی۔ یہ حضور رحمتِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت اور انہی کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو مرکز بھی بین الاقوامی اور آفاقی عطا فرمایا ہے جس کی نظیر پوری کائنات میں نہیں ہے خانہ کعبہ ہماری نمازوں اور ہمارے قبلہ کا یہ رخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے متعین فرمایا ہے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہر مدینہ منورہ کی عظمت بھی بے نظیر و بے مثال ہے۔ حضرت مولانا سعید خان صاحب جو عمر کے اعتبار سے ہمارے تایا قطب زماں حضرت مولانا حبیب اللہ مہاجر مکی کے ہم زمانہ و ہم عصر ہیں چالیس سال سے مدینہ منورہ میں رہتے ہیں ہمارے اکابر سے اللہ تعالیٰ نے عہد حاضر میں دین کی جتنی خدمت کی ہے اس کی مثال بھی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا سعید خان صاحب مدظلہ سے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفہا میں آنا تو بہت محبوب اور آسان ہے مگر اس شہر مقدس کا ادب و احترام کما حقہ بجا لانا بہت مشکل ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ اللہ کے نبی کے اس شہر میں ادب و احترام کے تقاضے مجھ سے پورے نہیں ہو رہے۔ مجھ سے کوتاہی سرزد ہو رہی ہے تو اسے مدینہ کی ارض مقدس سے فوراً باہر آ جانا چاہئے۔ اس لئے کہ جس طرح دنیا جہان کی نیکیوں سے مدینہ منورہ کی ایک ساعت صالحہ بہتر ہے اسی طرح اس شہر کی بے ادبی اور وہاں کی نافرمانی ہزاروں گناہوں سے بدتر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں رہنے والا مسلمان اگر غفلت و لاپرواہی یا بدعملی میں وقت گذارتا ہے تو دنیا و آخرت دونوں برباد کرتا ہے۔

بہرکیف میں نے وہاں پر مقیم بزرگ اکابر کی صحبت میں یہ بات سنی کہ کعبۃ اللہ کی سادگی ہی میں اس کی عظمت ہے۔ دنیاوی اعتبار سے بظاہر اس میں کوئی کشش نہیں لیکن روحانیت کا منبع اور سرچشمہ یہی ہے۔ جلال و جمال خداوندی کے نزول کا مرکز یہی ہے اس لئے پتہ نہیں کہاں کہاں سے دنیا کشاں کشاں اس کی جانب کھنچی چلی آتی ہے۔ اہل ایمان اس شمع حق پر پروانوں کی مانند اُڈے چلے آتے ہیں۔ میں نے اپنی ان گنہگار آنکھوں سے ایک معذور نوجوان کو دیکھا جس کی ماں اسے کہہ رہی تھی کہ طواف کے لئے تم کوئی سواری لے لو۔ مگر وہ چلنے سے معذور نوجوان بیساکھیوں کے سہارے ہجوم میں دھکے کھاتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام کی قائم کردہ رسم عاشقی تازہ کر رہا تھا تاکہ رب کعبہ راضی ہو جائے۔ یہی مقصد زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حضور رحمتِ دو عالمؐ کے روضۂ اقدس پر حاضری اور اپنے گھر کا حج نصیب فرمائے۔ آمین!

حضرت عثمان غنیؓ خلیفۂ راشد اور مظلوم اعظم ہیں (مولانا عبدالرشید انصاری)

وُہ امت کے عظیم محسن، اسلام کے فدائی اور اتباع رسولؐ کا پیکرِ مجسم تھے

ان کی مظلومانہ شہادت سے امت کا اتحاد قیامت تک کے لئے ختم ہو گیا۔

فیصل آباد (پ ر) ۱۴ ستمبر کامل الحیاء والایمان سفیر پیمبرؐ ناشر القرآن حضرت سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ امام برحق خلیفۂ راشد اور مظلوم اعظم ہیں آل سبا کے مفسدوں اور یہودی سازشیوں نے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو انہیں شہید کر کے امّت کے اتحاد کو ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ کر دیا۔ ان خیالات کا اظہار ہفت روزہ خدام الدین کے ایڈیٹر اور تحریک اصلاح ابلاغ پاکستان کے صدر مولانا عبدالرشید انصاری نے آج خلیفۂ ثالث، دامادِ رسولؐ حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے یومِ شہادت کے موقع پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔ وہ آج مدرسہ عربیہ ترتیل القرآن شیراز پارک میں خطاب کر رہے تھے۔ مولانا قاری محمد الیاس، مولانا محمد صابر سرہندی، مولانا اشرف علی ناصر اور حاجی ضیاء الدین نے بھی اجتماع سے خطاب کیا۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے اپنی تقریر میں کہا۔ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے متعدد مرتبہ حضرت عثمانؓ کو جنّت اور شہادت کی بشارت دی تھی اور ارشاد فرمایا تھا کہ خلافت کی قمیص کو لوگوں کے مطالبے پر نہ اتارنا۔ حضرت عثمانؓ خلافت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نعمت سمجھتے تھے اس لئے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہوں نے تمام مظالم کا عظیم الشان صبر و استقلال سے (باقی ۳۶ پر)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ

مولانا مصباح اللہ قادری، پشاور شہر

مفسرِ قرآن ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ جنہوں نے حق بات کے لئے ہر محاذ پر باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ انہوں نے دنیا کے کئی ممالک میں اسلام اور پاکستان کی نمائندگی کی۔ مسلک شاہ ولی اللہ کے ترجمان مولانا عبیداللہ انورؒ کی ذات طالبانِ حق کے لئے روشن مینار رہتی اور جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ کی حیثیت سے مولاناؒ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

عالمی امن کانفرنس فروری ۱۹۷۴ء میں بلغاریہ کے دارالحکومت صوفیہ میں پاکستان امن کونسل نے حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کو اپنا نمائندہ منتخب کیا ــــ مولانا عبیداللہ انورؒ کی زندگی یہیں سے شروع ہوتی ہے کہ جمعیت علماء اسلام کی پالیسی کے مطابق آپ نے ۱۹۶۴ء کے انتخاب میں بطور امیدوار حصہ لیا۔ لیکن زمانہ ساز لوگوں کی ذاتی اغراض ہر نیک کام میں دیوار بن جایا کرتی ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام کے منشور میں قرآنی نظامِ حکومت کو اولیت حاصل ہے لیکن جنہیں اسلام کی ضرورت نہ ہو انہیں اسلام اور قرآن سے کیا مطلب؟ نتیجہ میں سوائے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے تمام جگہوں پر جمعیۃ کو شکست اٹھانا پڑی۔

حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ از اوّل تا آخر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ وہ زیرک، معاملہ فہم اور روشن فکر عالمِ دین تھے دین کی راہ میں بڑی سے بڑی آزمائش میں وہ کامیاب و کامران رہے۔ ۱۹۵۳ء پھر ۱۹۷۴ء کی تحاریک ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰؐ میں انہوں نے علماءِ حق کی نمائندگی کرتے ہوئے قائدانہ کردار ادا کیا اور عہد ایوبی میں جب آمریت نے عوام پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ تو یہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے جانشین اور ولی ابن ولی مولانا عبیداللہ انورؒ ہی تھے جنہوں نے مطلق العنان حکمرانوں سے ٹکر لی۔ اور اپنے عبادت گذار جسم پر پولیس کی لاٹھیاں سہہ کر دس سالہ آمریت کی بنیادیں ہلا ڈالیں۔

پاکستان کا کوئی دیانت دار مؤرخ مولانا عبیداللہ انورؒ کے مجاہدانہ تاریخی کردار کو کبھی نظرانداز نہیں کر سکے گا۔

مولاناؒ ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء کی صبح کو کاروانِ حق کے سالارِ اعظم، شرافت کے مظہر، بے باکی کے علمبردار حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انورؒ دنیا فانی کو الوداع کرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

امیر المؤمنین ــ مرادِ رسول

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

خلیفۂ دوم ــ داماد علی

لَوْ کَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ

(الحدیث)

محمد عتیق الراشدی شیخوپورہ

معزز قارئین! آج کی محفل میں تاریخ اسلام کی اس ہستی اور معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ہونہار شاگرد کا ذکر چھیڑنے لگا ہوں جس نے کفر و شرک کے اندھیروں میں توحید و اسلام کی روشنی پھیلائی، ظلمت کدۂ جہاں میں حق و ہدایت کی ضیا پاشی کی اور خوابِ غفلت میں سونے والوں کو صبح تاباں کا پیغام دیا۔

میری مراد ہے ــــ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ جو مرادِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہیں اور دامادِ مرتضیٰ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) بھی۔ جن کی رائے عرش سے قرآن بن کر نازل ہوتی تھی۔

اگر کسی ایسے عدل و انصاف کا تذکرہ ہو جو امیر و غریب، شاہ و گدا اور چھوٹے بڑے کے ساتھ یکساں طور پر کیا گیا ہو تو ان کا عدل و انصاف یاد آتا ہے۔

اور اگر کسی ایسے جاہ و جلال اور رعب و ہیبت کا ذکر ہو کہ جو فقر و درویشی کی قبا اور اخلاق و شرافت کی چادر سے نمایاں ہوتا ہو تو انہیں کے جاہ و جلال کی حسین تصویر نظر آتی ہے۔

اگر کسی ایسے بہادر جرنیل کے مجاہدانہ کارنامے اور اس کی فتوحات کا تذکرہ ہو کہ جس نے دس برس کی قلیل مدت میں ہزاروں قلعے فتح کئے ہوں تو بھی حضرت عمرؓ کی فتوحات کی سچی اور رنگین داستانیں یاد آتی ہیں۔

ہیبت و جلال کا یہ عالم کہ ہاتھ میں دُرّہ لے کر کبھی مدینہ منورہ کی گلیوں میں چکر لگاتے تو در و دیوار لرز اٹھتے اور مساوات اسلامیہ اور عجز و انکساری کا یہ حال کہ ایک فاتح کی حیثیت سے جب بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں تو گھوڑے پر غلام سوار اور آپ پیدل ہیں۔

عدل و انصاف کا یہ عالم۔ کہ نبیذ پینے کے جرم میں اپنے بیٹے کو بھی معاف نہیں کرتے اور عفو و کرم کا یہ حال کہ منبر پر ٹوکنے والے

ایک بدوی کو اس کی حق گوئی کی بناء پر درگزر کر دیتے ہیں، غریب نوازی، رحم و شفقت، اور رعیت کی خبرگیری کا یہ جذبہ کہ ساری ساری رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں چکر لگا کر دیکھتے کہ کوئی بھوکا تو نہیں، کوئی یتیم بچہ اور کوئی بیوہ غربت و افلاس کے دکھ میں روتے تو نہیں؟

اور نظامِ حکومت کی ایسی تدابیر کہ ایک دن زکوٰۃ کی تھیلی ہاتھوں میں لئے مدینہ کے بازاروں میں آوازیں دیتے ہیں کہ ہے کوئی زکوٰۃ لینے والا مفلس و تنگدست۔ لیکن کوئی بھی دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔

غرضیکہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو، خطۂ ہستی کا کوئی گوشہ اور تاریخ اسلام کا کوئی ورق ایسا نہیں جس میں اس پیکرِ دین، مجسمۂ عدل و انصاف اور مرکزِ مہر و وفا کا نام روزِ روشن کی طرح نہ چمکتا ہو۔

آج کی دنیا کے ترقی یافتہ اور مہذب ممالک کے حکمران مزدوروں سے ہمدردی، محنت کشوں سے پیار، غریبوں کی حمایت اور مفلسوں کی اعانت کے دعویدار ہونے کے ساتھ ساتھ جمہوریت مساوات کے علمبردار تو بنتے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں۔ لیکن اس مردِ مومن، مومنِ کامل کی مفلسوں کی اعانت غریبوں کی حمایت، بچوں کے وظائف اور جمہوریت و مساوات کے عملی نمونوں کو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ایک متلاشی حق انسان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فرمانِ مصطفٰےؐ "اصحابی کالنجوم" کے مطابق اسلام کے افق پر حضرت عمرؓ ایک روشن ستارہ ہے۔

آج کونسا ایسا حکمران ہے جو رات کو گشت کر کے فاقہ مستوں کا پتہ کرے۔ آج کونسا ایسا شہنشاہ ہے جو اپنے کندھوں پر خوراک کا سامان اٹھا کر بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کو کھانا کھلائے — آج کونسا ایسا سلطان ہے جو غلام کو تو اونٹنی پر بٹھائے اور خود پیدل چلے۔ نہیں، کوئی نہیں۔ مگر عمر فاروقؓ۔ انہوں نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا۔

آدھی رات کا وقت ہے خلیفۃ المسلمین گشت کرتے کرتے وہاں پہنچ گئے جہاں ایک چھوٹی اور بوسیدہ سی چھولداری میں چراغ جل رہا تھا۔ دروازہ پر ایک نوجوان پریشانی و مایوسی کے عالم میں سراپا تصویرِ غم بن کر بیٹھا آہیں بھر رہا تھا۔ امیرالمومنینؓ نے پوچھا۔ جوان! تم کون ہو؟ جواب ملا۔ مسافر ہوں۔ فرمایا اداس کیوں ہو؟ عرض کی۔ بیوی کے بچہ پیدا ہونے کا وقت ہے، دردِ زہ شروع ہو چکا ہے مگر دائی کا کوئی انتظام نہیں۔ مسافر ہوں، مفلس ہوں۔ سنا تھا کہ خلیفہ عمرؓ نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے وہ سب صرف مدینہ والوں کے لئے ہیں اور میں مسافر ہوں۔

یہ سنا، آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ فرمایا بھائی! گھبراؤ نہیں میں ابھی کسی دائی کا انتظام کر دیتا ہوں۔ گھر آئے، اپنی بیوی سے فرمایا — بے شک تم امیرالمومنین کی بیوی ہو مگر فوراً اٹھو اور آج ایک مسافر اور غریب کی جھونپڑی میں دائی بن کر جاؤ۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں یہ جان لیں کہ مسلمانوں کے حکمران اور ان کی بیگمات صرف! خوشنما بنگلوں، رنگین کوٹھیوں اور کلب گھروں میں عیاشی کرنے کے لئے

بھی نہیں ہوتیں بلکہ مفلس کی بیٹی کے ننگے سر کو ڈھانپنے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ غریب کے بیمار بچے کی عیادت کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ وفادار بیوی فوراً اٹھی۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ چل دی۔ جا کر فرمایا۔ لو بھائی دائی حاضر ہے۔ امیرالمومنینؓ کی بیوی نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنا فرض ادا کیا۔ اللہ کریم نے انہیں خوبصورت لڑکا عطا کیا۔

حضرت عمرؓ بیوی کو اندر بھیج کر خود اس نوجوان سے باتوں میں لگے ہوئے تھے اندر سے آواز آئی۔ امیرالمومنینؓ! آپ کو مبارک ہو خدا نے انہیں لڑکا عطا کیا ہے۔

امیرالمومنین کا نام سن کر وہ نوجوان تڑپ گیا اور پاؤں پکڑ کر عرض کی۔ آقا! معاف کر دو۔ فرمایا۔ نہیں بھائی! تم معاف کر دو کہ تمہیں اتنی تکلیف ہوئی۔

ایک دفعہ بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا۔ اس کی تلاش میں ادھر ادھر پھرنے لگے۔ اسی دوران ایک قبیلہ کا سردار احنف بن قیس ملاقات کے لیئے حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی یا امیرالمومنین! آج کیا ہوا؟ فرمایا بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ عرض کی گئی۔ حضور! کسی غلام کو حکم دے دیتے۔ فرمایا۔ عمرؓ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی غلام نہیں۔

حضرت عمرؓ کے یہی محاسن و کمالات تھے جن کی بدولت ان کے عہدِ خلافت میں اس خطۂ ارضی پر ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی اور پھر اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت عنانِ خلافت سنبھالی جس وقت اسلامی فوجیں ایک طرف عراق و شام کی سرحدوں پر لڑ رہی تھیں اور دوسری طرف ایران و روم کی طاقتوں سے نبرد آزما تھیں اور پھر اسلام کے اس نامور و بہادر جرنیل کی وفات اس وقت ہوئی ہے جس وقت کہ عراق، شام، ایران و روم، قیصر و یمن اور دمشق و مدائن پر اسلامی پرچم لہرا چکا تھا اور کفر و شرک کے ہزاروں قلعے حق و اسلام کی ٹھوکر سے مسمار ہو چکے تھے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج مسلمان مجاہدین کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے جا چکے تھے اور کفر و شرک کا سینہ فرزندانِ توحید کے نیزوں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ نیکی و ہدایت کے فانوس روشن ہو چکے تھے۔ عدل و انصاف کا آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ روم و شام کے قیصر و کسریٰ، نہاوند کے فیروزان اور ایران کے یزدگرد و رستم کی تمام قوت مٹھی بھر لشکر اسلام کے غازیوں کے مقابلہ میں خاک میں مل چکی تھی۔ اور اصفہان، ہمدان، رے طبرستان، آذربائیجان، آرمینیہ، فارس، کرمان، سیستان، حمص اور بیت المقدس کے در و دیوار مجاہدین اسلام کے نعروں سے گونج رہے تھے۔

ان حقائق کے پیش نظر اگر کوئی شخص سکندر اعظم، چنگیز خان اور نپولین کی فتوحات کی بناء پر ان کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے تو پھر خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی فتوحات کو نظر انداز کر کے ان کی شان و عظمت کا اقرار نہ کرنا ایک بہت بڑی بددیانتی ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نظامِ سلطنت، ان کی طرزِ حکومت، ان کے معاشی نظام،

(باقی ۳ پر)

مصطفےٰ صلِّ علیٰ ذکرِ حسیں

السلام اے رحمۃ للعالمینؐ
السلام اے سرورِؐ دنیا و دیں

اے مکینِ گنبدِ خضرائی سلام! واقفِ سرِّ شبِ اسریٰ، سلام
اے امین و صادق و مولیٰ سلام اے حبیبِ خالقِ دنیا. سلام
بے کسوں کے ماویٰ و ملجا سلام مصطفےٰ و مجتبےٰ، آقا، سلام
خلق میں تیرا کوئی ثانی نہیں
السلام اے رحمۃ للعالمینؐ

جاہلوں کو تُونے عالم کر دیا علم و عرفاں کا یہاں چرچا کیا
تھا سراپا یہ جہاں ظلمت کدہ تیرا احساں، نورِ حق پھیلا دیا
آدمیت کو ملی تجھ سے بقا قدسیوں سے بالاتر رتبہ ملا
عبدیت سے ہو گئی روشن جبیں
السلام اے رحمۃ للعالمینؐ

گلشنِ ہستی میں ہے تجھ سے بہار تیرے دم سے ہم پہ فضلِ کردگار
عدل تیرا بے مثال و یادگار فخر تیرا فخر ہے، عزّ و وقار
مخزنِ رحمت، سراپا ملنسار! تیری الفت، میرے ایماں کا مدار
اے حبیبِ پاک ربّ العالمین
السلام اے رحمۃ للعالمینؐ

ہاں ترا جبریل خدمت گار تھا انبیاء کا تُو سپہ سالار تھا
تُو خدا سے عرش پہ جا کے ملا مرتبہ ایسا بھلا کس کو ملا؟
شان تیری جانتا ہے خود خدا تُو خدا کا برگزیدہ ہے سدا
پیکرِ اخلاق اے سب سے حسیں
السلام اے رحمۃ للعالمینؐ

تُونے ذرّوں کو اٹھا صحرا کیا تُونے قطروں کو ملا دریا کیا
خاک کو تُونے بنایا کیمیا پتھروں کو یک نظر، ہیرا کیا
کمتر و ادنےٰ کو یوں اعلیٰ کیا ہاں غلاموں کو اُٹھا مولا کیا
تیرے احساں بھول سکتے ہی نہیں
السلام اے رحمۃ للعالمینؐ!

تیرے فیضِ تربیت کا ہے کمال بہتریں انسان بنے۔ وحشی کمال
بوذرؓ و سلمانؓ کوئی ہے بلالؓ کوئی حیدرؓ، کوئی خالدؓ باکمال
ان کو ہردم آدمیت کا خیال ایک عالم کے لئے روشن مثال
اے معلّم پاکباز و پاک بیں
السلام اے رحمۃ للعالمینؐ

ہادی و رہبر ہے تُو سالارِ دیں خادم و حاجب تیرا روح الامینؑ
ساقیٔ کوثر، شفیع المذنبیں تُو میرا ایمان ہے میرا یقیں
رات دن وِردِ زباں ذکرِ حسیں الصلوٰۃ والسلام و آفریں
مصطفےٰؐ صلِّ علیٰ ذکرِ حسیں
السلام اے رحمۃ للعلمیںؐ

ماحیٔ ظلمت ہے تُو والا کرم مصطفےٰؐ صلِّ علیٰ نور الظلام
کھُل گئے دنیا پہ ہاں بابِ اسلام السلام اے شافعِ خیر الانام
اللہ اللہ ہے تیرا عالی مقام عرشِ اعظم اس پہ شاہد ہے مدام
ختم ہے تجھ پہ نبوّت بالیقیں
السلام اے رحمۃ للعلمیںؐ

السلام اے آخری پیغامبرؐ تیرا فرماں ہے کلامِ معتبر
اے امام الانبیاء، خیر البشرؐ السلام اے صاحبِ عزّ و ظفر
السلام اے شافعِ روزِ حشر ہم سیہ کاروں پہ رحمت کی نظر
احمد و محمود ختم المرسلینؐ
السلام اے رحمۃ للعالمینؐ

حبیب اسلامپوری، اوکاڑہ

ہماری پہلی ضرورت اور پہلا مطالبہ

اسلام کا نفاذ ہے

قومی اسمبلی میں استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کا پہلا خطاب

بجٹ سیشن ۲ جون ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب سپیکر اور معزز ایوان کے ارکان!

میں بڑھاپے کی وجہ سے اور کمزوری کی وجہ سے سپیکر صاحب کی اجازت سے بیٹھ کر چند باتیں عرض کروں گا۔ سب سے پہلی چیز جو میرے ذہن میں آئی ہے۔ ہمارے محترم رکن نے جو تقریر فرمائی ہے اور اس میں اُس نے کہا کہ ہمیں اسلامی معاشرے کی ضرورت ہے۔

میرے محترم بزرگو!

آج ہم یہاں پر جو جمع ہوئے ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ آٹھ برس کے بعد پھر سر جوڑ کے سوچنے کے لیے ہمیں اس ایوان میں بٹھلا رکھا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیئے کہ قوم ہم سے کیا چاہتی ہے اور اس ایوان تک پہنچانے میں کس منشور کا دخل تھا کہ ہم یہاں پر پہنچے۔ ہماری قوم اسلامی عدل، اسلامی انصاف اور اسلامی قوانین چاہتی ہے۔ مجھے خود معلوم ہے میرے حلقہ نوشہرہ کے لوگ بہت غریب ہیں بہت محتاج ہیں۔ ان کے سامنے جب یہ کہا گیا کہ تم عبدالحق کی تائید کیوں کر رہے ہو۔ اس کے پاس نہ تو دولت ہے نہ مال ہے اور نہ کوئی قوّت ہے۔ اس کی تائید کیوں کرو گے۔ تقریباً ساٹھ ہزاروں نے یک آواز ہو کر یہ کہا کہ ہمیں نہ دولت چاہیئے اور نہ کوئی اور چیز چاہیئے۔ ہمیں اللہ نے موقع دیا ہے اسلام کے نفاذ کا۔ ہم اسلام چاہتے ہیں۔ اسلام کے لیے ہم سب کچھ برداشت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ایک جملہ میرے کانوں کا سنا ہوا تقسیم سے پہلے کا ہے۔ قائد اعظم جب پاکستان مانگ رہے تھے تو اُس وقت قائد اعظم سے سوال کیا گیا کہ یہ سات کروڑ مسلمان جو ہندو کے ہاتھ میں رہ جائیں گے ان کا کیا ہوگا تو انہوں نے فرمایا کہ ان سات کروڑ مسلمانوں کو میں نے اسلام کے لیے قربان کر دیا۔ اسلام آ جائے۔

میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد اسلام کے وہ قوانین اور اسلام کا وہ عدل و انصاف ہے جس کا نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اُن کے بعد خلفائے راشدین نے بتایا۔ دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسین رضؓ آپ کے زانو پر بیٹھے ہیں۔ اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضؓ کو جو حضرت زیدؓ کے بیٹے ہیں دوسرے زانو پر بٹھایا اور دونوں کے سروں کو قریب کرکے یہ دُعا فرمائی:

اللّٰھُمّ انی احبھما

فاحب من یحبھما

"اے اللہ مجھے ان دونوں کے ساتھ محبت ہے۔"

دیکھئے ایک سید المرسلین شفیع المذنبین سید الکائنات فخر موجودات کے نواسے حضرت حسینؓ ہیں جب کہ دوسرا غلام زادہ ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کا بیٹا اسامہ۔ ایک شہزادہ ہے اور دوسرا غلام زادہ ہے۔ دونوں کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغل میں لے کر مذکورہ دُعا فرمائی۔ یہ عدل و انصاف ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کھانا کھا رہے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ سالن اور روٹی دونوں کو ملاتے نہیں تھے۔ ایک طعام کھاتے تھے۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت ایک گورنر وہاں موجود تھا وہ آیا اور اُس نے انہیں سلام کیا۔ اس کے بعد امیرالمؤمنین نے اُسے کہا کہ آؤ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ وہ رعب و ہیبت کی وجہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے نوالہ منہ میں لے کر چبانا شروع کیا۔ اس سے وہ نوالہ نگلا نہیں جا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ سمجھ گئے اور اُس سے پوچھا کہ نوالہ کیوں نہیں نگل رہے۔ اُس نے عرض کیا "حضرت یہ جَو کا آٹا ہے اور چھنا ہوا بھی نہیں۔ آپ تو مکّہ کے بادشاہ ہیں آپ کو چھنا ہوا آٹا آسانی سے ملتا ہے۔ آپ اسے کیوں نہیں کھاتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ میری کروڑوں رعایا تمام کی تمام چھنا ہوا آٹا یا میدہ کھاتی ہے؟ گورنر نے کہا یہ تو معلوم نہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سب کو یکساں روٹی ملتی ہو گی، تو انہوں نے فرمایا جب تک میری رعایا میں ایک بھی شخص بلا چھنا ہوا آٹا کھائے گا اس وقت تک میں چھنا ہوا آٹا نہیں کھاؤں گا۔ میدہ نہیں کھاؤں گا۔ پراٹھا نہیں کھاؤں گا۔

قوم نے قربانی دے کر پاکستان کے قیام کے لیے جو کوششیں کی ہیں اُن کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک میں اسلام کا قانون رائج ہو۔ اس ملک میں دین کی تعلیمات رائج ہوں۔ اس ملک میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام رائج ہو۔ یہ جو ریفرنڈم کرایا گیا ہے یہ بھی اسی مقصد کے لیے تھا اور اسی بناء پر ہم اسمبلی میں جمع ہوئے ہیں۔ اسلام کا نام لے کر اسلام کا منشور لے کر ہم یہاں آئے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ مظالم نہ ہوں، بے انصافی نہ ہو۔ اس کے علاوہ اسلام میں ربٰو اور جُوا سود حرام ہیں، منع ہیں، مگر اس بجٹ میں یہ چیز بھی آگئی کہ جہاں پر کوئی چیز چوری یا رشوت کی ہو وہ بانڈوں کے ذریعے تقسیم کی جائے اور پھر اس کے لیے آخر میں اجازت مل جاتی ہے تو میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام نے قمار (جوئے) کی اجازت کسی وقت بھی نہیں دی۔ اس لیے بانڈوں کے ذریعے چوری اور رشوت حلال نہیں قرار دی جا سکتی۔

جناب سپیکر۔ مختصراً جناب وقت بہت کم ہے۔

مولانا عبدالحق۔ دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کالے دھن جو ہیں ان سے اپنے آپ کو بچائیں اور سب سے پہلے میں اپنے بزرگوں کے سامنے گذارش کروں گا کہ سب سے پہلے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اسلام اس ملک میں نافذ ہو۔ ہم سب کچھ چھوڑ سکتے ہیں۔ بھوکے مر سکتے ہیں۔ نہ ہمیں مکان کی ضرورت ہے نہ کپڑے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اسلام کی ضرورت ہے۔

قوم ۷۷ء میں مجبور ہو کر سڑکوں پر آئی۔ پھر اس کے بعد ان کو تسلی دی گئی کہ اب اسلام نافذ ہوگا۔ یہاں کچھ قوانین شفعہ کے بارے میں دیت

اور قصاص کے بارے میں اور سود کے بارے میں بات ہوئی اور انہوں نے سفارش کی لیکن اس پر عملدرآمد نہیں ہُوا۔

جناب سپیکر: شکریہ جناب۔

ایک شرعی مسئلہ پر خواتین کے بے جا بائیکاٹ کے موقعہ پر فرمایا

۱۲ جون ۱۹۸۵ء

مولانا عبدالحق: جناب عالی گذارش یہ ہے کہ یہ ایوان اسلامی قوانین کا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہم یہاں پر قوانین کے متعلق کہتے ہیں تو قوانین خدا اور خدا کے رسولؐ نے بنائے ہیں۔ ہمیں ان کے نفاذ کا سوچنا ہے۔ تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو قانون خدا اور خدا کے رسولؐ نے بیان فرمائے آج ہم نے ان کو چھوڑ دیا اور ان پر ہم ناراض ہو جاتے ہیں۔ خدا کے قانونؐ رسولؐ کی حدیث پر عمل یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔

ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لھم الخیرۃ۔

ایک مسلمان اور مومن کی یہ شان نہیں ہے کہ ان کو خدا کا جو حکم سُنایا جائے اس سے انکار کرے تو گذارش یہ ہے کہ یہاں پر پہلے جو کچھ مصارف بتائے گئے نہ نئے بجٹ پر تنقید کی گئی اسلامی نقطۂ نگاہ سے اور معاشی نقطۂ نگاہ سے اس امر کا جائزہ لیا گیا کہ بجٹ میں آمدن کے ذرائع غلط ہیں اور اخراجات کے طریقے ناموزوں ہیں۔ اس پر ہمارے بعض دوست ناراض ہو جاتے ہیں کہ یہ ہمارے عیوب کو کیوں ظاہر کرتا ہے حالانکہ ہمیں کوئی اجازت نہیں ہے حتّٰی کہ اللہ کے قانون میں پیغمبرؐ کو بھی ترمیم کا حق حاصل نہیں۔

ماکان لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا مایوحیٰ الی (الآیۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ میرا کوئی اختیار نہیں ہے کہ میں خدا کے قانون میں ذرا بھی تبدیلی کروں یہ میرا کام نہیں ہے۔ یہ اللہ کا قانون ہے۔ تو ہم یہاں پر اسلامی قانون کے لیے آئے ہیں۔ قوم سے ہم نے ووٹ لیا ہے۔ اسلامی قانون کی بجائے اب ہم یہاں پر اپنے نظریات اور اپنی باتوں کو پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی حق بات کہتا ہے تو ہمارے بعض ممبر ناراض ہو جاتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ جس منشور کے تحت ہم یہاں آئے ہیں اسی کے مطابق ہمیں کام کرنا چاہیئے۔

بیمار کی عیادت کرو

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن کہے گا کہ "اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہُوا تو تُو نے میری بیمار پرسی نہیں کی؟" انسان جواب میں کہے گا "اے میرے پروردگار میں تیری بیمار پرسی کیسے کرتا؟ تُو تو سب کا پروردگار ہے۔" اس پر اللہ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تُو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔"

مرسلہ:
تہذیب اشرف

ظفر اللہ کیلیے دعائیں مانگنے والے اپنے ایمان کی خبر لیں — مولانا اجمل خان

اہلِ حق کے دُشمنوں کے مقدّر میں ذِلت کی موت کے سوا کچھ نہیں

حضرت میاں محمد اجمل قادری کے اعزاز میں دیے گئے استقبالیہ میں خطیب اسلام حضرت مولانا محمّد اجمل خان کا خطاب

لاہور۔ ستمبر (رپورٹ: ندیم احمد القاسمی) جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما اور ملک کے نامور خطیب حضرت مولانا محمّد اجمل خان نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے آنجہانی سرظفر اللہ کے مرنے پر اُس کے لیے تعزیت مغفرت اور اللہ تعالےٰ سے اس کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دینے کی دعائیں کی ہیں وہ اپنے ایمان کی خبر لیں اور اللہ تعالےٰ سے معافی مانگیں۔

مولانا محمّد اجمل خان آج شام بادامی باغ میں حاجی محمّد لیٰسین صاحب کی جانب سے جانشین امام الہدٰے حضرت مولانا میاں محمّد اجمل قادری کی فریضۂ حج کی ادائیگی اور بین الاقوامی ختم نبوّت کانفرنس لندن میں شرکت کے بعد واپسی پر اُن کے اعزاز میں دیے گئے استقبالیہ سے خطاب کر رہے تھے۔

مولانا محمد اجمل خان نے اپنی تقریر میں بتایا کہ سر ظفر اللہ اپنے عہدِ وزارت خارجہ میں ایک مرتبہ ٹرین میں سفر پر تھا کہ ٹرین کو حادثہ پیش آگیا۔ کئی لوگ حادثہ کا شکار ہوئے مگر ظفر اللہ کو خراش تک نہیں آئی جس پر قادیانیوں نے تعریفی پروپیگنڈے کے پُل باندھ دیے۔ ایک اخبار نے لکھا کہ وزیر خارجہ اُس وقت اپنے سیلون میں عبادت کر رہے تھے۔ اس واقعہ پر لوگوں نے جب حضرت امیر شریعتؒ کے سامنے اظہار کیا تو حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاریؒ نے فرمایا اللہ اُسے ابھی زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ یہ اُس کے اقتدار اور عروج کے دن ہیں۔ اس نے محرومی اور اپنی جماعت کی رسوائی اپنی جیتی آنکھوں دیکھنی ہے۔ اس سے پہلے وہ نہیں مرے گا۔

مولانا محمّد اجمل خان نے کہا قافلۂ حق کے سپہ سالار حضرت امیر شریعتؒ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ وہ شخص جو انگریز کے دَور میں بڑے بڑے عہدوں پر رہا، مسلم لیگ جس کو اپنا مانتی تھی، سات سال تک وزارتِ خارجہ کے اہم ترین منصب پر فائز رہا جس نے قادیانوں کو وزارتِ خارجہ کے علاوہ ہر محکمہ کے بڑے عہدوں پر مسلط کروایا۔ کوئی اسے مرزائی کہے تو تکبّر و رعونت سے کہتا مرزائی نہیں میں احمدی کہو۔ جس نے قائداعظم کا جنازہ پڑھنے سے نہایت ڈھٹائی سے انکار کیا اس نے اپنی زندگی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار پاتے دیکھا مگر بین الاقوامی عدالت کا یہ

(بقیہ ۳۲ پر)

تذکرہ مشاہیر

راشد شکور، سیالکوٹ

زعیم قافلۂ حمد
شاہ اسمٰعیل شہید
رحمۃ اللہ علیہ

مردِ سپاہی ہے وہ اُس کی زرہ لاَ اِلٰہ
سایۂ شمشیر میں اُس کی پنہ لاَ اِلٰہ

ایک ایمان افروز واقعہ

ایک مرتبہ ایک مجاہد بطورِ سفیر سرحد سے پٹنہ جا رہا تھا۔ جب انبالہ کے قریب پہنچا تو اُس نے محسوس کیا کہ پولیس اس کے تعاقب میں ہے۔ اور اُسے گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ اُس کے پاس خفیہ مجاہدانہ تحریک کے اسرار تھے جنہیں وہ فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لہذا اُس نے چاقو سے اپنی ایک آنکھ نکال کر گاڑی سے باہر پھینک دی اور خون صاف کر کے مطمئن بیٹھ گیا۔ انبالہ پہنچ کر نشاندہی کے مطابق پولیس اس کے پاس آئی، لیکن وہ جس کی جستجو تھی نہ ملا کیونکہ جو شخص وہاں تھا اس کی تو ایک ہی آنکھ تھی جب کہ پولیس کو دو آنکھوں والے کی تلاش تھی۔

یہ مردِ مجاہد حضرت شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کی مجاہدانہ تحریک کا ایک رکن تھا۔ یہ شاہ صاحب کی تربیت اور محنت کا نتیجہ تھا کہ ایسے جلیل القدر مجاہد پیدا ہوئے۔ یہ مجاہد اُن کے جاں نثاروں میں سے ایک معمولی آدمی تھا جس کا نام آج شاید کوئی نہیں جانتا تو شاہ صاحبؒ خود کتنے بڑے مجاہد ہوں گے۔ آئیے اس کا اندازہ لگاتے ہیں۔

پیدائش اور ابتدائی حالات

مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے بعض نے ۲۸ شوال ۱۱۹۶ھ / ۶ اکتوبر ۱۷۸۱ء لکھی ہے۔ بعض نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ کو درخور اعتنا سمجھا ہے۔ اور بعض نے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۷۷۹ء کو ترجیح دی ہے۔ مرزا حیرت دہلوی نے بھی موخرالذکر تاریخ کو صحیح قرار دیا ہے۔ آپ دہلی کے نواحی علاقہ پھلت میں مولوی علاؤ الدین کی دختر نیک اختر فضیلت النساء کے بطن سے اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت میں آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بھی آیا ہے۔ شاید یہ ان کا عرف یا اسم ثانی وغیرہ ہو۔

آپ عارف باللہ شاہ عبدالرحیمؒ کے پڑپوتے، مجدد وقت حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے پوتے، امام وقت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کے بھتیجے اور شاہ عبدالغنیؒ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ دس برس کی عمر میں ۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء کو والد ماجد داغ مفارقت دے گئے۔ ان کے چچا شاہ عبدالقادر نے ان کو متبنیٰ بنا لیا۔ آنکھ کھولی تو گھر

میں قال اللہ و قال الرسولؐ کی دلپذیر
صدائیں سُنیں۔ بڑے ہوئے تو شاہ عبدالعزیزؒ
محدث دہلویؒ کے سامنے زانوئے تلمذ
تہہ کیا۔ جوان ہوئے تو شاہ عبدالقادرؒ
نے اپنی نواسی بی بی کلثوم کا آپ سے
نکاح کر دیا۔

شروع ہی سے مجاہدانہ طبیعت
پائی تھی۔ دریائے جمنا کے کنارے
تیرنا اُن کا محبوب مشغلہ تھا۔ بچپن میں
پڑھائی کی طرف زیادہ توجہ نہ دیتے
تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اخلاق،
ریاضیات، فلسفہ، اسلامیات، فنِ
منطق، تفسیر فقہ اور حدیث کے علوم
پر عبور حاصل کیا اور میدانِ جہاد میں بھی
کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ان
کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے ملتا ہے، اسی لیے ان کی رگوں
میں فاروقی خون دوڑتا تھا اور اسی
فاروقی خون کا اثر تھا کہ آپ نے جہاد
فی سبیل اللہ جیسے اہم مسئلہ کو پھر
زندہ کیا جو ایک مدّت سے مسلمانوں
میں کمزور پڑ گیا تھا۔

شاہ صاحبؒ کے زمانے کی سیاسی اور مذہبی حالت

حضرت عالمگیرؒ کی وفات کے
بعد مسلمانوں کی شان و شوکت
کا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ مغلیہ
سلطنت جس کی عظمت کا ڈنکا چار دانگ
عالم میں اڑھائی سو سال تک بجتا رہا
اور جس کی سرحدیں کابل و قندھار
سے آسام تک اور قراقرم سے راس کماری
تک تھیں زوال و تنزل سے ہم آغوش
ہو رہی تھی۔ ہندوؤں، مرہٹوں اور
جاٹوں وغیرہ نے ملک میں طوائف الملوکی
کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اس عظیم سلطنت
کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے مرکز
سے کٹ کر الگ ہو چکے تھے مسلمانوں
کی سیاسی حالت کو اس قدر بدحال
دیکھ کر انگریزوں نے رفتہ رفتہ ہندوستان
پر قبضہ کر لیا تھا۔ سب سے پہلے وہ
کرناٹک، بنگال اور اڑلیسہ پر قابض
ہوئے پھر انہوں نے نظام دکن سے
ساز باز کر کے سلطنت میسور کو ختم کیا۔
اس کے بعد تخت گاہ دہلی کے مالک و
مختار بن بیٹھے۔ ادھر پنجاب پر سکھوں
نے قبضہ کر لیا اور مسلمانوں پر عرصۂ حیات
تنگ کر رکھا تھا اور مذہبی تنزلی کا یہ
عالم تھا کہ فسق و فجور کے وہ وہ مناظر
دیکھنے میں آرہے تھے کہ بڑے بڑے
فساق و فجار کی آنکھیں بھی شرم سے
جھک جائیں۔ اکبر شاہ ثانی کے دربار
میں تین سو برہنہ کسبیاں ہر وقت
محوِ رقص رہتی تھیں۔ جب وہ تھک
جاتیں تو تین سو اور آجاتی تھیں قلعہ
میں عموماً نصف برہنہ عورتوں کا پہرا رہا
کرتا تھا۔ جاہل صوفیوں کا بہت زور
تھا۔ یہاں تک کہ "ایک دفعہ ایک فقیر
اپنے عضوِ تناسل میں ڈورا باندھے یہ
کہہ رہا تھا کہ (نعوذ باللہ) یہ الف
ہے اللہ کا۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے مولوی
نصیر الدین سے فرمایا کہ جاؤ اُس کی
کمر میں اتنی زور سے لات مار کر گر
پڑے اور کہو کہ او بے وحدت منڈے
کیا بکتا ہے۔ الف خالی ہوتا ہے
اس کے نیچے دو نقطے ہیں۔ چنانچہ
مولوی نصیر الدین صاحبؒ نے ایسا ہی
کیا اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اس فقیر کے
پیچھے تالی بج گئی اور وہ خفیف ہو کر
چل دیا۔[1]

میراثیوں اور ڈراموں کے لطیفوں
سے دل بہلایا جاتا تھا۔ اسلام اور
بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی برملا
توہین کی جاتی تھی۔ جام شراب ہر وقت
متحرک رہتا تھا۔ مساجد کو جانوروں کے
باندھنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔
ملک میں جو انارکی اور مذہبی تنزل شروع
ہوا تھا اُس نے مجاہدانہ فنون کو بالکلیہ ختم
کر دیا تھا۔ تلواریں نیاموں میں چلی گئی
تھیں۔ جن ہاتھوں میں کبھی تیر و تفنگ
ہوتے تھے ان ہاتھوں میں مختلف دھاتوں
کے کڑے اور بھنگ گھوٹنے کے ڈنڈے

۱؎ روایات الطیب از
حضرت قاری محمد طیبؒ ص ۲۴، ۲۵

آ گئے تھے۔ نیزہ بازی کی جگہ بٹیر بازی اور مُرغ بازی نے لے لی تھی۔ شیروں کا شکار کھیلنے کی بجائے عورتوں کا شکار کھیلا جاتا تھا۔ گھوڑ سواری، شمشیر زنی تیراکی اور اسی قسم کے مجاہدانہ فنون محض خواب و خیال ہو کر رہ گئے تھے اور ان کو حاصل کرنا ذلّت سمجھا جاتا تھا۔ یہ فنون بالکل نچلی قوموں میں محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ شرفاء اور امراء کو اُن سے سخت نفرت تھی۔ اس کی وجہ ان کی تن آسانی اور آرام طلبی تھی اس زمانے میں شہیدؒ نے مسلمانوں کی ذلت کو محسوس کیا اور جہاد کو نئے سرے سے تقویت بہم پہنچائی۔

شاہ صاحب کا سپاہیانہ انداز

حضرت شہید علیہ الرحمۃ قوم کی تنزلی اور تن آسانی دیکھ کر نہایت دِل گیر ہوتے تھے اور ہر وقت اسی غم میں رہتے تھے۔ مجاہدانہ فنون کی طرف سے لوگوں کی بے اعتنائی دیکھ کر ان مردہ فنون کی طرف بطورِ خاص توجہ دی اور ان میں ایک نئی رُوح پھونک دی۔ گھڑ سواری میں خاص مہارت حاصل کی۔ بلند سے بلند گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہی بغیر رکاب کے بآسانی چڑھ جانا اور اُتر آنا معمولی بات تھی۔ چالیس چالیس میل کا چکر گھوڑے پر بآسانی کاٹ آتے تھے اور ذرا بھی تکان محسوس نہ کرتے تھے۔ تین تین دن تک تیراکی کر لیا کرتے تھے۔ گولی چلانے میں اس قدر مہارت تھی کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کو بھی مار گرایا کرتے تھے۔ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ آٹھ آٹھ دس دس میل پیدل دوڑ لیتے تھے۔ جامع مسجد کے سُرخ پتھریلے فرش پر سخت گرمی کے موسم میں گھنٹوں آہستہ آہستہ ٹہلا کرتے تھے۔ پہلے پہل تو پاؤں میں چھالے پڑ گئے بعد میں ایسی عادت پڑی کہ قیامت خیز گرمی بھی کچھ مضرت نہ پہنچا سکتی تھی۔ کڑکتے جاڑوں میں برہنہ جسم رہنے کا اپنے آپ کو عادی بنا لیا تھا۔ کسی نے پوچھا اس قدر مشقت کیوں جھیلتے ہیں؟ فرمایا "کیا میں جہاد کی تیاری نہ کروں۔ اگر کبھی جہاد میں ایسا موقع پیش آ جائے تو مجھے ان تکالیف کے برداشت کرنے کا پہلے سے عادی ہونا چاہیئے۔" تین تین چار چار دن کچھ نہ کھاتے اور نقاہت محسوس نہ کرتے۔ کئی کئی دن بغیر پانی کے گذار دیتے۔ سونے جاگنے پر بھی قدرت حاصل کر لی تھی۔ آٹھ آٹھ دس دس دن تک آنکھ نہ لگتی۔ جب چاہتے سو جاتے جب چاہتے جاگ اُٹھتے۔ ٢١ برس کی عمر میں تمام مجاہدانہ فنون سیکھ لیے تھے۔

مولانا شہیدؒ ہمیشہ مجاہدانہ وضع قطع رکھتے تھے۔ چُست پاجامہ پہنتے اور سَر پر عمامہ ہوتا۔ گلے میں الخالک اور تلوار حمائل کیے رہتے۔ مولانا شہیدؒ ایامِ جہاد میں ایک سرائے میں قیام پذیر تھے کہ شہر کے چند علماء آپ کا بعض مسائل میں امتحان لینے آئے۔ اُن کا خیال تھا کہ اس وقت ان کے پاس کتابیں تو نہیں وہ جواب نہ دے سکیں گے۔ جب انہوں نے حضرت شہیدؒ کو سپاہیانہ وردی میں ایک طرف آن لٹکائے اور دوسری طرف تلوار آویزاں کیے گھوڑے کی مالش کرتے دیکھا تو بہت متاثر ہُوئے اور جب مولانا شہیدؒ نے اُن کے سوالات کے جوابات نہایت تسلّی بخش دیے تو انہوں نے پوچھا "آپ نے حوالے کی کتابوں کے بغیر ان سوالات کے جوابات کس طرح دیئے؟ شاہ صاحب نے فوراً فرمایا اوّل ہر شخص کی قرآن مجید سے تشفی کرتا ہوں۔ اگر اس کے باوجود انکار کرے تو تلوار سے سمجھا دیتا ہوں۔ ان دونوں کی موجودگی میں مجھے کتابوں کی ضرورت نہیں۔"

سیّد صاحب نے انہیں ایک خاص گھوڑا دے رکھا تھا کہ اس پر سوار ہوا کریں، لیکن عادت تھی کہ پیدل چلتے رہتے۔ گھوڑے پر کسی اور کو سوار کرا دیتے۔ نیت یہ ہوتی کہ خدا کا کام ہے اپنے جسم کو جتنی

مشقّت میں ڈالیں گے اتنا ہی ثواب ہو گا۔

بے باک طبیعت

آئینِ جواں مردی حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

آپ نہایت بے باک طبیعت کے مالک تھے۔ کلمۂ حق کہنے میں کبھی نہ ہچکچائے۔ اس بات کی کبھی بالکل پرواہ نہیں کی کہ دُنیا کیا کہے گی۔ حق گوئی میں کبھی انہوں نے مصلحت کی لاٹھی کا سہارا نہیں لیا۔

اپنے شیخ و مرشد حضرت سیّد احمد شہید رائے بریلویؒ کا دل و جان سے اس قدر احترام کرتے تھے کہ ننگے پاؤں جوتا بغل میں دبائے سیّد صاحب کی پالکی کے ساتھ دوڑا کرتے تھے اور اسے اپنے لیے باعثِ صد افتخار سمجھتے تھے۔ اُن کی یہ حالت تھی کہ سیّد صاحب کی مجلس میں شرکت کرنے اور ایک مجلس میں نشست و برخاست کو خلافِ ادب تصوّر کرتے تھے۔ سیّد صاحبؒ کی جوتیاں لیے مجلس میں سب سے آخر میں بیٹھے رہتے تھے کبھی بیٹھے بیٹھے تھکاوٹ ہو جاتی تو وہیں جوتیاں سر کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے۔ کبھی سیّد صاحبؒ کو جوتا تلاش کرنے کی نوبت نہ آئی۔ جس طرح جی چاہتا بے تکلف نکل جاتے جُوتا وہیں موجود پاتے۔ ایک دفعہ حضرت شہید حضرت سیّد صاحبؒ کے ساتھ حج سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں لکھنؤ میں ٹھہرے۔ وہیں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی وفات کی خبر ملی۔ سیّد صاحبؒ نے اپنی سواری کا نقرئی گھوڑا آپ کو دے کر فرمایا کہ اسی وقت دہلی چلے جائیں اور مجھے تحقیقی اطلاع دیں کہ آیا شاہ عبدالعزیز کی وفات ہوئی کہ نہیں۔ مولانا شہیدؒ بپاسِ ادب گھوڑے پر سوار نہیں ہوئے کہ مرشد کا خاص گھوڑا ہے بلکہ لکھنؤ سے دہلی تک اس کی لگام تھام کر آئے۔ اتنے احترام و عقیدت اور محبت کے باوجود ایک دفعہ مولانا شہید نے سیّد صاحب کو برسرِ عام مسجد میں ہی ٹوک دیا۔ واقعہ یہ تھا کہ سیّد صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ کافی عرصہ کے بعد تشریف لائی تھیں۔ صبح کو سیّد صاحب جماعت میں دیر سے شامل ہوئے تو شاہ صاحبؒ نے کہا: "جناب آپ کی اہلیہ ایک شب آپ کے پاس رہیں اور آپ خدائی فرض سے غافل ہو گئے، آپ قیامت کے روز اس کا کیا جواب دیں گے؟ کہتے ہیں سیّد صاحبؒ نے اس غفلت پر اظہارِ ندامت فرمایا۔

خانہ کعبہ میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط داخلہ ہوتا تھا۔ جب شاہ صاحب نے یہ حالت دیکھی تو شمشیر بکف درِ کعبہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اگر عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں داخل ہوں گی تو گردن اُڑا دوں گا"۔ اس پر بہت شور و شغب ہُوا، مگر شاہ صاحب اپنی بات پر جمے رہے اور مشترکہ داخلہ بند کرا کے چھوڑا۔ ملّا جیون کے زمانہ میں بھی ایک دفعہ ایسا ہُوا تھا جسے انہوں نے روک دیا تھا مگر پھر معلوم نہیں کب سے یہ رسمِ بد جاری ہو گئی جس کو دوبارہ حضرت شہیدؒ نے روکا۔

اسی طرح جامع مسجد دہلی میں اندرونی حوض پر ایک بازار لگا کرتا تھا جس میں سینکڑوں ہندو سٹال لگایا کرتے تھے اور خرید و فروخت کرتے تھے۔ شاہ صاحب نے یہ کیفیت خانہ خدا میں دیکھی تو شدید قلق ہُوا۔ اس تمام صورتحال سے حکومتِ وقت کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جس سے متاثر ہو کر بادشاہ نے فوراً اسے بند کرا دیا۔

ایک روز مولانا شہیدؒ جامع مسجد دہلی کے حوض پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے کہ اتنے میں تبرکات[1] نکلے۔ مولانا

---

[1] تبرکات کا نکالنا اہلِ بدعت کی طرف سے وعظ میں کھنڈت ڈالنے ہی کے لیے تھا کیونکہ وعظ بدعات پر ہو رہا تھا اور لوگ متاثر ہو رہے تھے۔

(روایات الطیب ص ٤٧-٤٨)

نے مطلق التفات نہ کیا۔ لوگوں نے بھی کہا اُٹھیے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تبرکات کا احترام کیجیے مگر مولانا نے پرواہ نہ کی۔ کہرام مچ گیا۔ بات اکبر شاہ ثانی تک پہنچی۔ اُس نے مولانا کو طلب کر لیا اور واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ حضرت شہیدؒ نے سارا واقعہ من وعن بیان کر دیا۔ مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ تبرکات مصنوعی ہیں۔ میں ان کی تعظیم نہیں کر سکتا۔

بادشاہ نے تلخ لہجے میں کہا۔ "آپ ان کو مصنوعی کہتے ہیں، عجیب بات ہے۔"

شہیدؒ نے مسکراتے ہوئے نہایت نرم لہجے میں فرمایا میں تو کہتا ہی ہوں مگر آپ سمجھتے بھی ہیں اور معاملہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

اُس نے پوچھا "یہ کیسے؟"

فرمایا۔ "سال بھر میں دو دفعہ تبرکات آپ کے ہاں آتے ہیں اور ایک دفعہ بھی آپ ان کے زیارت کے لیے نہیں گئے تو کیا یہ "تبرکات" مصنوعی نہیں ہیں؟"

بادشاہ ششدر رہ گیا اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اُس زمانے میں بی بی کی صحنک کا اس قدر رواج تھا کہ حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کے گھر میں بھی ادا ہوتی تھی۔ اس کے خاص آداب میں سے تھا کہ:

۱۔ کھانے والی صرف عورت ہو۔
۲۔ مذکورہ عورت دو خصمی نہ ہو
۳ اس صحنک کو کوئی مرد بھی نہ دیکھنے پائے۔
۴۔ گھر سے باہر نہ جائے وغیرہ وغیرہ

ایک مرتبہ یہ رسم ادا ہو رہی تھی کہ مولانا شہید نے منع کیا۔ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ "میاں اسمٰعیل! یہ تو ایصال ثواب ہے۔"

مولانا نے عرض کیا۔ "حضرت! پھر اس کے کیا معنی:

وقالوا هٰذه انعام وحرث حجر لا يطعمها الا من نشاء بزعمهم [۱]

شاہ صاحب نے فرمایا واقعی درست ہے ہمارا خیال اس طرف بالکل نہیں گیا تھا اور آئندہ اس رسم پر پابندی لگا دی[۲]

یہ سب کچھ شاہ صاحب کی بے باک اور مجاہدانہ طبیعت کا ہی اثر تھا کہ آپ بے دھڑک رنڈیوں اور طوائفوں کے بالاخانوں پر انہیں وعظ و نصیحت کرنے چلے جاتے تھے، ورنہ انسان ان مقامات پر جانے سے بھی کتراتا ہے اور اپنی توہین تصوّر کرتا ہے۔ ایک دفعہ ایک مشہور رنڈی موتی کے مکان پر چلے گئے۔ آواز دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی مکان سے نکلی۔

مولانا نے فرمایا "فقیر ہوں۔"

وہ اندر چلی گئی اور کچھ پیسے لا کر مولانا کو دینے چاہے۔

آپ نے فرمایا۔ "میں ایک صدا کہا کرتا ہوں۔ بغیر صدا کے لینا میری عادت نہیں۔ تم اپنی بی بی سے کہو میری صدا سُن لے۔"

لڑکی نے جا کر رنڈی سے کہہ دیا اُس نے کہا اچھا بلا لے۔ وہ بُلا کر لے گئی۔ مولانا جا کر صحن میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے سورہ والتین **اسفل سافلین** تک تلاوت فرمائی۔

---

[۱] اور کہتے ہیں یہ مواشی اور کھیتی ممنوع ہے اس کو کوئی نہ کھائے مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق (ترجمہ شیخ الہندؒ) الانعام ۱۳۸

[۲] یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ شاہ عبدالقادرؒ جو خود ایک بہت بڑے عالم تھے ان کے گھر

بقیہ حاشیہ: میں بھی یہ بدعت ادا ہوتی ہو اور آپ خاموش رہتے ہوں۔ بہرحال اس روایت کو تاریخی حیثیت سے سمجھ کر اس مضمون میں درج کر لیا گیا ہے۔

اس کے بعد اس قدر مؤثر تقریر کی کہ جنّت و دوزخ کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔ موتی کے علاوہ اور بھی بہت سی اُس جیسی تھیں اور لوگ بھی تھے۔ سب پر یہ اثر ہُوا کہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کہرام مچ گیا۔ انہوں نے سب ساز و آواز کا سامان تباہ کر دیا۔ جب کچھ افاقہ ہُوا تو موتی اور اس کے کئی ساتھی تائب ہو گئے۔

مولانا کے اس طرح بے دھڑک بالاخانوں پر چلے جانے کو دیکھ کر کسی نے پوچھا۔ "تمہارے پڑدادا، تمہارے دادا، تمہارے والد اور تمہارے چچا ایسے ایسے تھے، تم ایسے خاندان کے فرد ہو جس کے سامنے بادشاہ تک سرنگوں رہے ہیں مگر تم نے اپنے آپ کو ذلیل کر لیا ہے۔ اتنی ذلّت ٹھیک نہیں۔"

مولانا نے ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا۔ "آپ اس کو میری ذلّت سمجھتے ہیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ میں تو اُس روز سمجھوں گا کہ آج میری عزّت ہوئی جب دہلی کے بدمعاش میرا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر مجھے چاندنی چوک میں نکالیں گے اور میں کہتا ہوں گا قال اللہ کذا و قال الرسولؐ کذا۔"

پھر فرمایا "جب اسماعیل خدا اور رسولؐ کا پیغام تو سب کو سُنا دے گا۔" آپ نے اپنے دل سے کہا۔ "اگر تیرے بدن کی بوٹی بوٹی کر کے چیلوں کو کھلا دی جائے یا جسم کو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر کھنچوا دیا جائے تو اُس وقت بھی اللہ کا حکم سُناتا رہے گا۔ دل نے کہا جب تک میرے اندر سانس ہے خدا کی بات کہنے سے کسی عذاب اور عقوبت سے نہیں ڈروں گا۔

یہ چند واقعات ہیں آپ کی بے باک طبیعت کے ورنہ ایسے بیسیوں اور واقعات بھی ہیں جو مولانا کی بے باک طبیعت کا پتہ دیتے ہیں۔ مثلاً کی پرستش، تعزیہ داری، ماتم کرنا، قبروں پر چلّے باندھنا، عورتوں کا غیر شرعی طرز پر مرید ہونا اور کرنا، قبروں پر حال آنا، صوفیوں کا گیتیں بھرنا اور مخلوط مجالس منعقد کرنا۔ ایسے افعال شنیعہ کا مولانا شہیدؒ نے مجاہدانہ انداز میں خوب رد فرمایا۔

بقیہ: ظفر اللہ کے لئے۔۔۔۔

بچ اپنی جماعت کے لیے کچھ بھی نہ کر سکا۔ پھر ربوہ میں مسلمانوں نے مسجدیں بنائیں اور دریائے چناب کے اُس پار پہاڑیاں ختم نبوّت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں پھر قادیانیوں کے خلاف صدارتی آرڈیننس جاری ہُوا۔ مرزا طاہر ملک سے بھاگ کھڑا ہُوا اور سر ظفر اللہ بے بسی اور ذلّت کے عالم میں منہ چھپائے پھرتا تھا کبھی اسے اپنے گروہ کی رسوائیوں کا تذکرہ کرنے کی بھی ہمّت نہ ہوئی۔

مولانا محمدؐ اجمل خان نے مزید کہا کہ ہم کراچی جانے کے لیے پسنجر ٹرین میں بیٹھے۔ آہستہ آہستہ دیر سے ہی سہی ہم کراچی پہنچ ہی جائیں گے۔ صحیح سمت سفر کر رہے ہیں۔ ہمارے رہنما ٹھیک ہیں۔ وہ ہمیں ٹھیک رُخ پر لے جا رہے ہیں۔ ہم رضا الٰہی کی منزلِ مقصود پا کے رہیں گے مگر سر ظفر اللہ جیسے اہلِ حق کے دشمن کراچی جانے کے لیے پشاور جانے والی خیبر میل پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا جہلم پر چہلم ہو گا۔ بغیر ٹکٹ سفر کرنے پر دھر لیے جائیں گے۔ شرمندگی، مایوسی اور ذلّت اُن کا مقدر ہے۔

مولانا محمدؐ اجمل خان سے پہلے مشہور شاعر اور مصنّف جناب مرزا غلام نبی جانباز نے اپنی تقریر میں مہمان خصوصی حضرت میاں محمدؐ اجمل قادری کا خیر مقدم کرتے ہوئے ختم نبوّت کانفرنس کی کامیابی اور ادائیگی حج کی سعادتمندی پر انہیں مبارکباد پیش کی۔ یہ استقبالیہ تقریب جانشین امام الہدیٰ کی رقّت انگیز دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

عبدالمجید کھوکھر، روہیلانوالی

دین وسیاست

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اللہ کریم نے انسان کو اس دنیا میں بھیجا تو اس کی رہنمائی کے لئے صحائف وکتب بھی نازل فرمائے اور ساتھ ہی پیغمبرؑ بھی معبوث فرمائے کہ صحائف آسمانی اور کتب سماوی میں مندرج احکام کو عملی طور پر نافذ کر کے دکھائیں۔ تاکہ انسانیت کائنات کی بھول بھلیوں اور شیطانی پھندوں میں پھنس کر بھٹکتی نہ پھرے۔ مگر ہر پیغمبر کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کچھ چالاک لوگ اپنے جیسے ہی انسانوں کو ماتحت رکھنے اور غلام بنانے کیلئے عارضی اور ناقص قوانین و اصول وضع کرتے رہتے ہیں۔ یعنی فرعونیت، ہامانیت اور قارونیت ہمیشہ دوسروں کو زیر دست رکھنے کے لئے تگ و تاز میں معروف رہتے ہیں تاکہ انکا رعب و دبدبہ اور برتری مسلّم رہے۔ اسی وجہ سے کائناتِ ارضی فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے اور انسانیت کو ظلم و جور کے چرکے لگتے رہتے ہیں۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انساں کی قبا چاک

جب کائنات میں ظلم و جور کی انتہا ہو گئی۔ عدل و انصاف نام کو نہ رہا۔ لوٹ کھسوٹ زندگی کے معمول بن گئے۔ قتل و غارت گری باعث افتخار ٹھہری۔ جوا شراب خوری پسندیدہ مشغلہ بن گیا۔ ہر چہار سو اندھیر نگری چوپٹ راج کا سماں پیدا ہو گیا۔ اللہ کریم نے فرمایا:۔ ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ۱۰/۱۴ (پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں اپنا نائب مقرر کیا کہ دیکھیں تم کس طرح عمل کرتے ہو) تو مسلمان نبی علیہ السلام کی قیادت و سیادت میں اللہ کے احکام کی پوری طرح پابندی کرتے رہے۔ نتیجتاً کائناتِ ارضی کا تین چوتھائی حصہ اسلام کی ضیا پاشیوں سے منور ہو گیا اور امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا۔ کفر و شرک و بدعت توحید کے سیلاب میں بہہ گئے اور دین خالص اللہ کے لئے ہو گیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم و بیش ایک صدی بعد مسلمانوں نے اسلامی سلطنت کو بادشاہت اور رعیت میں تبدیل کر دیا۔ مشرق میں عباسی، اندلس میں اموی، بلادِ بربر میں ادریسی، مصر اور افریقہ میں فاطمی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے ناقص مہائے زیست رائج کئے تو "تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے۔" کے مصداق مسلمانوں میں فتنہ و فساد شروع ہو گیا۔ ہوسِ اقتدار کی کارفرمائیاں شروع ہو گئیں۔ زوالِ امت کی ابتدا ہو گئی اور انتہا یہ ہے کہ اب اسلامی دنیا ئے ممالک پر مشتمل ہے۔ لاتعداد مذہبی فرقوں میں تقسیم ہے۔ بے شمار گروہوں میں بٹی ہوئی ہے اور دو بڑے غیر مسلم بلاکوں کے ساتھ منسلک ہے۔ انکی آپس میں اخوت ہے نہ اتحاد ہے نہ مرکزیت ہے۔ حالانکہ غیر مسلم بلاکوں کے اپنے دفاعی معاہدے (وارسا، نیٹو) موجود ہیں۔ مگر اسلامی دنیا میں اپنے تحفظ کیلئے معاہدہ موجود نہیں۔ بلکہ بعض مسلم ممالک آپس میں دست و گریباں ہیں اور خانہ جنگی میں حامل شمشیر و سناں ہیں۔

اس انتشار و اضطراب کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے ضابطۂ حیات پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے۔ قرآنِ مقدس سے ہم رہنمائی حاصل کرنے سے ہچکچاتے اور عار محسوس کرتے ہیں۔ خالق کائنات نے جو قانون اپنی مخلوق کے لئے وضع فرمایا ہے اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔ بلکہ ناقص اذہان بندوں کے بنائے ہوئے ناقص اصول و ضوابط کو اپنے اوپر نافذ کرنے کے لئے سعیٔ لاحاصل کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ خدائے ذوالجلال کے متعین کردہ ضابطۂ حیات میں یہ امر واضح ہے کہ طاقت کا سرچشمہ وہی ہے۔ عوام طاقت کا سرچشمہ نہیں ہیں اسکے بندوں کا کام صرف یہ ہے کہ اس کے احکام کو اس کی کائنات میں نافذ کریں اور دنیا سے ظلم و زیادتی کو مٹا دیں۔ ناانصافی کو مٹا دیں۔ فتنہ و فساد کو مٹا دیں اور کائناتِ ارضی کو امن و سکون کا گہوارہ بنا دیں۔ فرمایا:۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۲۲/۴۱

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کرینگے اور زکوٰۃ دیں گے اور منکرات سے منع کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔) یعنی اللہ کے نیک بندوں کی صفات یہ ہیں کہ جب انہیں اختیار ملتا ہے تو انکا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ نیکی پھیلاتے ہیں برائی سے منع کرتے ہیں۔ نظام صلوٰۃ قائم کرتے ہیں ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کی بجائے ایتائے زکوٰۃ میں صرف ہوتی ہے انکی حکومت نیکی کو فروغ دینے اور بدی کو دبانے میں استعمال ہوتی ہے۔

اسلامی دنیا کے اس خطے میں جہاں ہم عرصہ دراز سے آزادی کا سانس لے رہے ہیں۔ ہمیشہ سے یہ امر قطعی اور اٹل رہا ہے کہ یہاں اقتدار اعلیٰ خدا کا ہوگا۔ خدا کے بندے اپنے ہم نفسوں پر اپنے اصول و ضوابط نہ تھوپیں گے بلکہ خدائے قدوس کے غیر مبدل قوانین کا اجرا و نفاذ کریں گے۔ مگر برا ہو ہوسِ اقتدار کا اس نے ہمیں ہمیشہ دوراہے پر رکھا ہے اور منزل پر پہنچنے ہی نہیں دیا۔

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے تو نہ رہ نشیں نہ راہی

جمہوریت بحال ہوتی ہے تو مختلف ازم ٹکرا جاتے ہیں۔ اقتدار کی کرسیاں دست و گریباں ہو جاتی ہیں۔ نوبت فتنہ و فساد تک پہنچ جاتی ہے۔ قوم کو جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ آخر ہمیں مارشل لأ کے سائے میں نجات ملتی ہے۔ کچھ عرصہ خاموشی کے بعد پھر مارشل لأ ہٹانے کے لئے متعدد محاذ بنائے جاتے ہیں۔ مارشل لأ تو چونکہ اشد ضرورت کے وقت ملک کی باگ ڈور سنبھالتا ہے۔ امن و سکون قائم کرتا ہے پھر ہٹ جاتا ہے۔ مگر تجربہ شاہد ہے کہ جب جمہوریت آتی ہے۔ اپنی سیاست کاری شروع کرتی ہے تو، تو تُکار، تشتت کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ بقول غالبؔ

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی
آپ سے تم، تم سے تو ہونے لگی

کا سماں بندھ جاتا ہے۔

اب جبکہ جمہوریت کچھ بحال ہو چکی ہے۔ بحال ہو رہی ہے۔ مارشل لأ اٹھایا جانے والا ہے۔ صدر پاکستان یقیناً اپنا وعدہ حسب معمول ایفا کرنے والے ہیں۔ تو مارشل لأ اٹھانے سے متعلق قرار دادیں پاس کرنا، دباؤ ڈالنا، جدوجہد کرنا، بیان بازی کرنا، اپنا امیج بنانا، کچھ قوم کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ یکسو ہو کر قوم کو اسلامی نظامِ حیات اپنانے کے لئے ذہنی طور پر تیار کرنا ایک خدمت ہے اور حق نمائندگی ادا کرنا ہے۔ قوم کو فرقہ بندی سے نکال کر توحید و سنت پر متحد کرنا وعدہ ایفائی ہے۔ قوم جن مسائل و مشکلات کا سامنا کر رہی ہے۔ ان مشکلات کو حل کرنے کی تدابیر سوچنا اور لائحہ عمل تیار کرنا قوم کی صحیح خدمت ہے۔ مارشل لأ نے اسلامی آئین کے نفاذ کے لئے بنیاد فراہم کر دی ہے۔ اس بنیاد پر اسلامی قانون نافذ کرنے کے لئے غور و فکر کرنا اور پروگرام بنانا منتخب نمائندوں کا فرض اولیں ہے۔ ملک سے گداگری کا خاتمہ کرنا، ظلم و زیادتی، ناانصافی کو مٹانا، رشوت خوری، سود خوری، شراب خوری، حرام خوری کو مٹانا، باہم مشورہ کر کے مملکت خداداد پاکستان کو اتحاد کا مرکز اور اسلام کا قلعہ بنانا۔ یہ ہیں وہ امور جن کے متعلق غور و خوض کرنا اور عمل پیرا ہونے کے لئے اپنی صلاحیتیں وقف کرنا ہے اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۴۲/۳۸

(جو لوگ اللہ کا حکم مانتے ہیں وہ نماز قائم کرتے ہیں اور اپنے معاملات میں مشورہ کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے صرف کرتے ہیں) اگر

ہم اللہ کا حکم مانتے ہیں تو سب سے پہلا حکم ہمارے لئے یہ ہے کہ ملک میں نظام صلوٰۃ قائم کیا جائے۔ صلوٰۃ کمیٹیاں موجود ہیں۔ انہیں موثر بنانے کے لئے اصول و ضوابط وضع کئے جائیں۔ بے نمازوں کو نمازی بنانے کے لئے اقدام کئے جائیں تاکہ پورا ملک خدا کی عبادت اور حمد وثنا میں رطب اللسان ہو جائے۔ پھر خدا کا دیا ہوا زرق صحیح معنوں میں خرچ کیا جائے خدا کی نعمتوں کو نمود و نمائش کے لئے صرف کرنے کی ممانعت کردی جائے۔ ملکی وسائل و ذرائع سے کماحقہ فائدہ حاصل کرنے کیلئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے تدابیر اختیار کی جائیں۔ غیر ملکی قرضوں کے بوجھ سے قوم کی گلو خلاصی کرانے کے لئے تگ و دو کی جائے نئے قرضوں کے حصول سے کلیتہً اجتناب کیا جائے۔ اپنے تمام معاملات میں اخلاص و محبت کے ساتھ مشورہ کیا جائے۔ دین و سیاست کو الگ کرنے سے کوئی مسئلہ آج تک حل نہیں ہوا۔ بلکہ ملک میں ایک ہیجانی کیفیت طاری ہوئی۔ لہٰذا دین و سیاست کے بہترین امتزاج سے معاشرے کی اصلاح کی جائے اور اس خطے کو ایک فلاحی مملکت بنانے کے لئے پروگرام بنائے جائیں

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

اگر ہم ملک میں کام کرنا چاہیں تو ہوم ورک اس قدر بکھرا پڑا ہے کہ اسے سمیٹنے کے لئے مسلسل انتھک کام کرنا ہوگا۔ ورنہ صرف زبانی جمع خرچ اقتدار و اختیار کی باتیں اور بھانت بھانت کی بولیاں بولنے سے مسائل حل نہ ہوں گے۔ مارشل لا ہمیں نیکی پھیلانے سے نہیں روکتا۔ مارشل لا ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہیں روکتا۔ مارشل لا مہمان ہے رخصت ہو جائے گا۔ ہم سب کو چاہیے کہ ایمان کامل، یقین محکم، اخوت اور جہد مسلسل سے مل جل کر کام کریں اور کامیابی سے ہمکنار رہیں۔

یقیں محکم عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

بقیہ: حضرت عثمان غنی رضؓ

مقابلہ کیا اور اپنی ذات کے دفاع کے لئے حضورؐ کے نواسوں حضرت حسنؓ و حسینؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابوہریرہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کو بھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ انہوں نے برسر اقتدار ہونے ہوئے بھی اپنے مخالفوں سے کوئی انتقام نہ لیا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ کو مسجد نبوی میں پتھر مارے گئے، چالیس روز تک ان پر کھانا اور پانی بند رکھ کر سنگدل دشمنوں نے بالآخر اس حال میں خلیفہ راشد کو بیدردی سے شہید کر دیا جب کہ وہ روزے سے تھے اور قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔

مولانا انصاری نے مزید کہا حضرت عثمانؓ وہ مظلوم اعظم ہیں جن کی شہادت کے بعد بھی ان کی عظمت کو گھٹانے کے لئے یہودی سازشوں کا سلسلہ قائم رہا ہے۔ ان کا یوم شہادت سرکاری سطح پر نہ منایا جانا افسوسناک کوتاہی ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات کو حضرت عثمانؓ کی قربانیوں اور خدمات سے عامۃ الناس کو متعارف کرانے کا فریضہ مؤثر طور پر ادا کرنا چاہئے۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا (اللہ تعالیٰ) تم پر رحم کرے گا۔